مهل که عمر به بیهوده بگذرد حافظ

بکوش و حاصلِ عمرِ عزیز را دریاب

عرفانِ حافظ

از

شیاما چرن داس

۱۶۴۷ - دستان اسٹریٹ - دہلی

سنہ ۱۹۴۰ء

فہرست مضامین

آغازِ ذکر

دُنیا کے کُتب خانہ سے اِس خاکپا نے تین کُتب کا انتخاب کیا ہے جن سے مجھ کو اطمینان و سکونِ قلب اور دنیا کی آفات و مصائب میں امن و پناہ حاصل ہوئی ہے۔ یہ کتب ہیں۔ امریکن فلاسفر ایمرسن کا کلام انگریزی، دیوانِ حافظ، اور شریمد بھگوت گیتا۔ یہ کتب حقیقتاً کسی خاص مذہب و ملت کی نہیں ہیں۔ یہ عالمگیر چیزیں ہیں۔ جن افراد کی طبیعتیں مذہب و ملت کی تنگ حدود کو عبور کر چکی ہیں انہیں کی یہ ملکیت ہیں اور انہیں کو ان کے سمجھنے کی استعداد اور صلاحیت بھی حاصل ہے۔
اِس خاکپا کی زندگی کا کثیر حصہ کلام ایمرسن کے مطالعہ میں گذرا ہے۔ مغربی دنیا میں اطمینان اور سکونِ قلب کی تعلیم اور اس کی تشریح جو ایمرسن نے کی ہے وہ کسی دوسرے نے نہیں کی۔ ایمرسن کے مطالعہ سے ہی اِس خاکپا کو دیوان حافظ کے مطالعہ کا شوق ہوا۔ خواجہ حافظ نے دیوان حافظ عطا کر کے بنی نوع انسان پر جو احسان کیا ہے اُس کا زبان یا قلم شکر ادا نہیں کر سکتی۔ جن لوگوں نے دیوان حافظ کا بغور مطالعہ کیا ہے وہ اِس حقیقت سے واقف ہیں کہ دیوان حافظ عشق حقیقی کی تعلیم کا کیسا نادر و نایاب خزانہ ہے اور خواجہ حافظ کو دنیا کا تجربہ کتنا وسیع ہے۔ اِس پر اُن کی قادر بیانی نے تو اِن کے کلام کو اور بھی چار چاند لگا دیئے ہیں۔
میرا ناچیز خیال تو یہ ہے کہ فارسی زبان میں عشق حقیقی کی بہترین تعلیم شاید دیوان حافظ سے زیادہ اور کہیں نہیں ملتی۔ یہی وجہ تھی کہ شاہ عالمگیر کو دیوان حافظ

اس قدر عزیز تھا کہ روزانہ سرہانے رکھ کر سویا کرتے تھے ۔ امر واقعہ یہ ہے
کہ خواجہ حافظ ایک نہایت بزرگ ممتاز فقیر کامل تھے، جن کی زندگی کا مدعا و مقصد
وصالِ حق تھا ۔ چنانچہ اس مدعا و مقصد کی تکمیل انہوں نے کس سرگرمی اور ذوق و
شوق سے کی دیوان حافظ کا ایک ایک شعر اِس حقیقت کا مظہر ہے
وہ عشق حقیقی کی مسافت روحانی کو طے کرتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ
جن مشکلات و مشاہدات سے اِس دوران میں دوچار ہوتے تھے اُن کو
اشعار میں قلمبند کرتے جاتے تھے ۔ چنانچہ سالک کو عشقِ حقیقی کے مدارج طے
کرنے اور وصالِ حق کی حصولیابی میں جن مراحل سے گذرنا ہوتا ہے اِن
تمام ہی امور کا دیوان حافظ میں موقعہ بموقعہ ذکر آتا ہے ۔ اِس خاکپا
نے بیس سال کے مطالعہ حافظ اور محنت شاقہ کے بعد دیوان حافظ
میں سے اُن تمام اشعار کے انتخاب کرنے کی کوشش کی ہے جو عشق حقیقی
کے مختلف مراحل سے تعلق رکھتے ہیں ۔ انتخاب کے بعد ان اشعار کو
چوبیس فصلوں میں تقسیم کیا ہے ۔ تاکہ طالبانِ حق کے لئے عشق حقیقی
کی مکمل تعلیم اختصار کے ساتھ اس طرح تیار ہو جائے جس کا کہ وہ باسانی
روزانہ وظیفہ کر سکیں ۔

شیاما چرن داس

عشقِ حقیقی کی ضرورت

بیا دل در خمِ گیسوئے او بند
اگر خواہی خلاص و رستگاری

آ اُس کی زلف کے پیچ میں اپنا دِل باندھ اگر تو خلاص و نجات کا خواہشمند ہے

جان فدائے تو کہ ہم جانی و ہم جانانی
ہر کہ شُد خاکِ درت رُست ز سرگردانی

جان تجھ پر قربان ہو کہ تو جان بھی ہے اور جاناں بھی ہے۔ جو انسان
تیرے دروازے کی خاک ہوا سرگردانی سے چھوٹ گیا۔

حافظ مقیم درگہ او باش عیش کن

کاندر بہشت بہتر ازیں گوشہ نیست جائے

اے حافظ اُس کی درگاہ کا مقیم ہو اور عیش کر کیونکہ بہشت میں اِس گوشہ سے بہتر جگہ نہیں ہے

اے دل اگر از چاہِ زنخداں[1] بدر آئی

ہر جا کہ روی زود پشیماں بدر آئی

اے دل اگر تو چاہ زنخدان سے باہر آئیگا جہاں جائیگا جلد پشیماں ہو کر واپس آئیگا

یار مفروش بدُنیا کہ بسے سُود نکرد

آنکہ یوسف بزرِ ناسرہ بفروختہ بُود

یار کو دُنیا کے عوض فروخت نہ کر اس لئے کہ اُس نے بہت فائدہ نہ اُٹھایا۔ جس نے کہ یوسف کو چند کھوٹے داموں کے لئے فروخت کر دیا تھا۔

فردا کہ پیش گاہ حقیقت شود پدید

شرمندہ رہروے کہ نظر بر مجاز کرد

کل جبکہ حقیقت آشکار ہو گی اُس راہگیر کو شرمندہ ہونا پڑیگا جو فنا ہونیوالی شے کا عاشق ہوا ہے

نوٹ [1] چاہِ زنخداں سے مُراد یہاں پر خدا کے دروازہ سے ہے۔

بداغِ بندگی مُردن بدیں در
بجانِ او کہ از مُلکِ جہاں بہ

غلامی کے داغ کے ساتھ اس دروازہ پر مرنا اُسکی جان کی قسم دُنیا کی بادشاہی سے بہتر ہے

عرضہ کردم دو جہاں بر دِلِ کار اُفتادہ
بجُز از عشقِ تو باقی ہمہ فانی دانست

میں نے دونوں جہاں کو تجربہ کار دل کے روبرو پیش کیا اُس نے تیرے عشق کے سوا سب کو فانی جانا۔

دِلا دایم گدائے کوئے او باش
بحکم آنکہ دولت جاوداں بہ

اے دل تو ہمیشہ اُس کے کوچہ کا گدا رہ اس لئے کہ ہمیشہ رہنے والی دولت بہتر ہے

ما بریں در نہ پئے حشمت و جاہ آمدہ ایم
از بدِ حادثہ ایں جا بہ پناہ آمدہ ایم

ہم اس دروازہ پر دولت و رُتبہ کے لئے نہیں آئے ہیں آفات کے ہاتھ سے بچنے کے لئے یہاں آئے ہیں۔

ازاں زماں کہ بر آستاں نہادم روئے
فراز مسند خورشید تکیہ گاہ من ست

اُس گھڑی سے کہ میں نے تیری چوکھٹ پر مُنھ رکھا ہے آفتاب کی مسند سے بلند میرا رتبہ ہو گیا ہے

گر نورِ عشق حق بدل و جانت اوفتد
باللہ کز آفتاب فلک خوبتر شوی

اگر حق تعالیٰ کے عشق کا نور تیرے دل و جان پر نازل ہو تو خدا کی قسم تو آسمان کے آفتاب سے مرتبہ میں بہتر ہو جائے گا۔

دل از جواہر مہر تو صیقلے دارد
بود ز زنگِ حوادث ہر آئینہ مصقول

جو دل کہ تیری محبت کے جواہر کی چمک رکھتا ہے وہ حادثوں کے زنگ سے مثل آئینہ کے پاک صاف رہتا ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

جس کا دل عشق سے زندہ ہوا اُس کو فنا نہیں دنیا کے دفتر پر ہماری دعا شقوں کی بقا ثابت ہے۔

بندگی

تو بندگی چو گدایاں بشرطِ مزد مکن
کہ دوست خود روشِ بندہ پروری داند

تو بندگی بھکاریوں کی مانند مزدوری کی شرط پر مت کر۔ اس لئے کہ دوست خود بندہ پروری کے طریق سے واقف ہے۔

تو بندہ گلہ از بادشاہ مکن
کہ شرطِ عشق نباشد شکایت از کم و بیش

تو غلام ہے بادشاہ سے شکایت نہ کر اس لئے کہ عشق کی شرط نہیں ہو کہ کم و بیش کی شکایت کی جائے۔

گرچہ می گفت کہ زارت بکشم می دیدم
کہ نہانش نظرے با منِ دلسوختہ بود

اگرچہ (بظاہر) یہ کہتا تھا کہ میں تجھ کو بیرحمی سے قتل کروں گا۔ لیکن میں دیکھتا تھا کہ اس کی پوشیدہ نظر میرے سوختہ دل پر تھی۔

حافظ چو تو پا در حرمِ عشق نہادی
در دامنِ او دست زن و از ہمہ بگسل

حافظ جبکہ تو نے عشق کے حرم میں اپنا پاؤں رکھا ہے اُس کا دامن پکڑ لے۔ اور سب سے قطع تعلق کر۔

خُرّم دلِ آں کسے کہ صحبت
با یار علی الدّوام دارد

وہ دل بڑا مبارک ہے جو یار کے ساتھ ہمیشہ صحبت رکھتا ہے۔

از پائے تا سرت ہمہ نورِ خدا شود
در راہِ ذوالجلال چو بے پا و سر شوی

تو سر سے پاؤں تک خدا کا نور ہی نور بن جائے۔ اگر اس ذوالجلال کی راہ میں بے پاؤں و سر کا ہو جائے یعنی اپنی ہستی کو مٹا دے۔

تحصیل عشق و رندی آساں نمود اوّل
جانم بسوخت آخر در کسب ایں فضائل

عشق و رندی کی تحصیل شروع میں آسان معلوم ہوئی۔ لیکن ان فضیلتوں کے حاصل کرنے میں بالآخر میری جان بھی قربان ہو گئی۔

ثبات

از ثباتِ خودم ایں نکتہ خوش آمد کہ بجور
بر سرِ کوئے تو از پائے طلب ننشستم

مجھ کو اپنے استقلال سے یہ بات اچھی معلوم ہوئی کہ تیرے کوچہ میں باوجود ظلم و ستم کے طلب اور تلاش سے باز نہ رہا۔

زیرِ شمشیرِ غمش رقص کناں باید رفت
کانکہ شد کشتۂ او نیک سرانجام افتاد

اُس کی غم کی تلوار کے نیچے ناچتے ہوئے جانا چاہیئے. اس لئے کہ جو اُس کا کشتہ ہوا اُس کا انجام نیک ہوا۔

گر تیغ بارد در کوئے آں ماہ
گردن نہادیم الحکم للہ

اگر اُس ماہرو کے کوچہ میں تلوار بھی برسے ہم نے تو اللہ کے حکم کے آگے اپنی گردن جھکائی ہے۔

اندریں دایرہ می باش چو دف حلقہ بگوش

ور قفائی خوری از دایرہ خویش مرو

اِس دایرہ کے اندر دف کی مانند حلقہ بگوش ہو۔ اور اگر گدے بھی کھائے تو بھی اپنے دایرہ سے باہر نہ جا۔

بُنیادِ ہستی تو چو زیر و زبر شود

در دل مدار ہیچ کہ زیر و زبر شوی

اگر تیری ہستی کی بنیاد بھی زیر وزبر ہو جائے رنجیدہ نہ ہو کہ تو زیر و زبر ہوگا

ترسم کزیں چمن نبری آستین گُل

کز گلبنش تحمّل خارے نمی کنی

مجھے ڈر ہے کہ تو اس چمن سے گل کی آستین نہ لے جائیگا کیونکہ تو اس کے گلبن کے خار کو برداشت نہیں کر سکتا۔

اے دل اندر بند زُلفش از پریشانی منال

مُرغ زیرک چوں بدام اُفتد تحمّل بایدش

اے دل اُس کی زلف کی قید میں پریشانی سے نالہ مت کر اس لئے کہ عقلمند پرندہ جب جال میں گرفتار ہو جائے تو اُس کو تحمل چاہیئے۔

باضعف وناتوانی ہمچو نسیم خوش باش
بیماری اندریں غم خوشتر زتندرستی

ضعف وناتوانی کے باوجود نسیم کی مانند خوش رہ کیونکہ اس غم میں بیماری تندرستی سے اچھی ہوتی ہے۔

ملول از ہمرہاں بودن طریقِ کاروانی نیست
بکش دشواری منزل بیادِ عہد آسانی

ساتھیوں سے رنجیدہ ہونا کاروانی کا طریقہ نہیں ہے۔ منزل کی دشواری کو مستقبل کی راحت کے خیال سے برداشت کر۔

عتابِ یارِ پری چہرہ عاشقانہ بکش
کہ یک کرشمہ تلافی صد جفا کند

پری چہرہ یار کے عتاب کو عاشقانہ برداشت کر کیونکہ اس کا ایک کرشمہ سو ظلم وستم کی تلافی کر دے گا۔

دلا در عاشقی ثابت قدم باش
کہ دریں رہ نباشد کار بے اجر

اے دل عاشقی میں ثابت قدم رہ کیونکہ اس راستہ میں کوئی کام بلا اجر نہیں ہوتا

حقاکہ در زماں برسد مژدۂ اماں
گر سالکے بعہد امانت وفا کند

خدا کی قسم اماں کی خوشخبری بالآخر ملے گی۔ اگر سالک امانت کے عہد پر وفاداری کے ساتھ قایم رہے۔

کارساز پر اعتماد

بجانِ دوست کہ غم پردۂ شما ندرد
گر اعتماد بر الطافِ کارساز کنید

دوست کی جان کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ غم تمہارے پردہ کو چاک نہ کریگا اگر کارساز کے الطاف پر بھروسہ کروگے۔

گرت چوں نوح نبی صبر ہست در غم طوفاں
بلا بگردد و کام ہزار سالہ برآید

غم کے طوفان میں اگر تجھ میں حضرت نوح کی مانند صبر ہے تو آفت دور ہوگی اور ہزار سال کا اٹکا ہوا کام پورا ہوگا۔

سروشِ عالمِ غیبم بشارتے خوش داد
کہ بر درِ کرمش کس دژم نخواہد ماند

عالم غیب کے فرشتہ نے ایک عمدہ خوشخبری دی ہے کہ اس کے کرم کے دروازہ پر کوئی ناامید نہ رہیگا۔

کمرِ کوہ کم ست از کمرِ مور ایں جا
ناامید از درِ رحمت مشو بادہ پرست

اس جگہ پہاڑ کی کمر چیونٹی کی کمر سے کم ہے۔ اے بادہ پرست اس کے کرم کے دروازہ سے مایوس نہ ہو۔

کارِ خود بخدا باز گزاری حافظ
اے بسا عیش کہ با بخت خدا دادہ کنی

اے حافظ اگر تو اپنے کام کو خدا کے سپرد کریگا تو خداداد بخت کی بدولت بہت کچھ عیش کریگا

تکیہ بر تقوی و دانش در طریقت کافری ست
راہرو گر صد ہنر دارد توکّل بایدش

طریقت میں اپنی پرہیزگاری و عقلمندی پر بھروسہ کرنا کفر ہے۔ راہرو کو اگر سو ہنر آتے ہوں تو بھی توکل لازم ہے۔

لُطفِ دایم

بندۂ پیرِ خراباتم کہ لُطفش دایم ست
ورنہ لُطفِ شیخ و زاہد گاہ ہست و گاہ نیست

میں اُس خرابات کے پیر کا غلام ہوں جس کا کرم دایمی ہے۔ ورنہ شیخ و زاہد
کی مہربانی تو کبھی ہے اور کبھی نہیں ہے۔

با دا ہزار دشمن اگر یار با من ست
دانم مصاف را و نترسم زِ کارزار

اگر دوست میرے ساتھ ہے تو ہزار دشمن ہوں تو پرواہ نہیں۔ کیونکہ میں
لڑنا جانتا ہوں اور لڑائی سے نہیں ڈرتا۔

ہزار دشمنم ار می کنند قصد ہلاک
گرم تو دوستی از دشمناں ندارم باک

ہزار دشمن اگر میری ہلاکت کا قصد کریں۔ اگر تو میرا دوست ہے تو دشمنوں سے
مجھ کو خوف نہیں۔

دشمن بقصد حافظ اگر دم زند چہ باک
منّت خدائے راکہ نیم شرمسار دوست

دشمن اگر حافظ کی ہلاکت کا قصد کرے تو کیا خوف ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ میں دوست کا شرمندہ نہیں ہوں۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نکرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

کون عاشق ہوا کہ دوست نے اُس کے حال پر نظر نہ کی اے خواجہ درد نہیں ہے ورنہ طبیب تو موجود ہے۔

عرضِ حاجت

عرضِ حاجت در حریم حرمت محتاج نیست
رازِ کس مخفی نماند بر فروغ رائے تو

تیری حرمت بارگاہ میں حاجت عرض کی محتاج نہیں ہے کیونکہ کسی کا راز تیری روشن رائے کے روبرو مخفی نہیں رہتا۔

حافظ آبِ رُخ بر درِ ہر سفلہ مریز

حاجت آں بہ کہ بر قاضی حاجات بریم

حافظ ہر کمینے کے دروازہ پر اپنی آبرو ریزی نہ کر۔ حاجت وہی بہتر ہے کہ حاجتوں کے پورا کرنے والے کی بارگاہ میں لے جاویں

بکوئے میکدہ ہر سالکے کہ رہ دانست

درِ دگر زدن اندیشہ تبہ دانست

شراب خانہ کے کوچہ میں جو سالک داخل ہوا اُس نے دوسرے دروازہ کے کھٹکھٹانے کو اپنی تباہی سمجھا۔

اے عاشق گدا چو لب روح بخش یار

میداندت وظیفہ تقاضا چہ حاجت ست

اے عاشق گدا جب یار کے روح بخش لب تیرے وظیفہ سے واقف ہیں تو تقاضہ کی کیا حاجت ہے

ابروئے دوست گوشہ محرابِ دولت ست

آں جا بسائی چہرہ و حاجت بخواہ ازو

دوست کی ابرو دولت کے محراب کا گوشہ ہے۔ اُس جگہ چہرہ کو گھس اور اُس سے اپنی حاجت طلب کر۔

حافظ بر آستانہ دولت نہادہ سر
دولت دراں سرست کہ بآستاں نکیست
حافظ دولت کے آستانہ پر سر رکھے ہوئے ہے دولت اُسی سر میں ہوتی ہے جو سر آستانہ بن گیا ہے۔

بیسامانی میں سامانی

گرچہ بے ساماں نماید کارِ ما سہلش مبیں
کاندریں کشور گدائے رشکِ سلطانی بود
اگرچہ ہمارا کام بظاہر بیساماں نظر آتا ہے لیکن اس کو حقارت سے نہ دیکھو کیونکہ اِس ولایت میں گدائی بادشاہت سے قابل رشک ہے۔

یار با ماست چہ حاجت کہ زیادت طلبیم
دولتِ صحبتِ آں مونسِ جاں ما را بس
جب یار (ہمیشہ) ہمارے ساتھ ہے کیا حاجت کہ زیادہ طلب کریں۔ ہمارے لئے اِس جان کے غمخوار کی صحبت کی دولت ہی کافی ہے۔

شکرِ خدا کہ ہرچہ طلب کردم از خدا
بر منتہائے مطلب خود کامراں شدم

خدا کا شکر ہے کہ جو کچھ میں نے خدا سے طلب کیا اپنے مقصد کی انتہا پر کامیاب ہوا۔

دُعاء

دُعائے صبح و شام تو کلید گنج مقصود ست
بایں راہ و روش میرو کہ با دلدار پیوندی

تیری صبح اور شام کی دعا مقصود کے خزانہ کی کنجی ہے۔ اسی راستہ پر چلتا رہ تاکہ تجھے دلدار کا وصل حاصل ہو۔

دِلا بسوز کہ سوز تو کارہا بکند
دُعائے نیم شبے دفع صد بلا کند

اے دل جل کہ تیری ریاضت سے بہت سے کام سرانجام ہوں گے آدھی رات کی دعا سو بلاؤں کو دفع کرتی ہے۔

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن ست و بس
در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

اے حافظ تیرا وظیفہ دعا کہنا ہے اور بس یہ فکر نہ کر کہ اس نے سُنی یا نہ سُنی۔

تسلیم و رضا

رضا بدادہ بدہ وز جبیں گرہ بکشائی
کہ بر من و تو در اختیار نکشادست

دیئے ہوئے پر راضی رہ اور پیشانی کے بل دور کر کیونکہ اختیار کا دروازہ نہ مجھ پر کھلا ہے او
نہ تجھ پر۔

بیا کہ حافظِ میخانہ دوش با من گفت
کہ در مقام رضا باش و از قضا مگریز

آ کہ حافظ میخانہ نے کل مجھ سے کہا کہ مقام رضا میں رہ اور نوشتۂ تقدیر سے مت بھ

مکن حافظ از جورِ گردوں شکایت
چہ دانی تو اے بندہ کارِ خدائی

حافظ آسمان کے ظلم و ستم سے شکایت مت کر۔ اے بندے تو خدائی کے کام کیا جانے۔

بر آستانہ تسلیم سر بنہ حافظ
کہ گر ستیزہ کنی روزگار بستیزد

اے حافظ تسلیم کے آستانہ پر سر رکھ دے۔ اس لئے کہ اگر تو لڑیگا تو زمانہ بھی تیرے ساتھ لڑیگا۔

بجد و جہد چو کاری نمی رود از پیش
بکردگار رہا کردہ بہ مصالح خویش

جبکہ جد و جہد کار براری نہیں ہوتی تو بہتر ہے کہ اپنی تمام مصلحتیں خدا پر چھوڑ دیں۔

در طریقت ہر چہ پیشِ سالک آید خیر اوست
در صراط المستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

طریقت میں سالک کے روبرو جو کچھ بھی پیش آئے اُسی میں اُس کی بھلائی ہے۔
اے دل صراط المستقیم میں کوئی گمراہ نہیں ہے۔

صبر و ظفر

صبر کن حافظ بسختی روز و شب

عاقبت روزے بیابی کام را

اے حافظ رات دن کی سختی پر صبر کر۔ بالآخر ایک دن تو اپنے مقصد کو پائیگا

گویند سنگ لعل شود در مقامِ صبر

آرے شود و لیک بخونِ جگر شود

کہتے ہیں کہ صبر سے پتھر لعل بن جاتا ہے۔ ہاں بنتا ہے، لیکن جگر کے خون سے بنتا ہے۔

خرد در گوش ہوشم دوش می گفت

برو صبرے بکن در بینوائی

عقل میرے ہوش کے کان میں کل کہتی تھی جا بے سر و سامانی میں صبر کر۔

طریقِ عشق پُرآشوب و فتنہ است اے دل

بیفتد آنکہ دریں رہ باشتاب رود

اے دل عشق کا راستہ آشوب فتنہ سے پُر ہے۔ جو اس راستہ میں جلد بازی کرتا ہے ٹھوکر کھاتا ہے

ساقی بیا کہ ہاتفِ غیبم بمژدہ گفت

با دردِ صبر کن کہ دوا می فرستمت

ساقی آ کہ فرشتہ غیب نے خوشخبری سنائی کہ میں دوا بھیجتا ہوں درد کے ساتھ صبر کر۔

روزی برسی بوصل حافظ

گر طاقتِ انتظار داری

اے حافظ تو ایک روز وصال حاصل کرے گا اگر انتظار کی طاقت رکھتا ہے۔

صبر و ظفر ہر دو دوستانِ قدیمند

بر اثرِ صبر نوبتِ ظفر آید

صبر و ظفر دونوں قدیمی دوست ہیں۔ صبر کے اثر پر ظفر کی باری آتی ہے۔

صدق وصفائی نیت

محل نورِ تجلی ست رائے انورِ شاہ

چو قربِ او طلبی در صفائی نیت کوش

بادشاہ کی روشن رائے نورِ تجلی کے اُترنے کا مقام ہے۔ جب تو اُس کے قرب کا
طالب ہے تو نیت کی صفائی میں کوشش کر۔

بصدق کوش کہ خورشید زاید از نفست

کہ از دروغ سیہ روی گشت صبح نخست

سچائی میں کوشش کر کہ آفتاب تیرے دم سے پیدا ہو۔ کیونکہ جھوٹ کی ہی وجہ سے
صبح اول کا منھ کالا ہے۔

حافظ نہاد نیک تو کامت بر آورد

جانہا فدائے مردمِ نیکو نہاد باد

اے حافظ تیری نیک دلی تیرے مقصد کو پورا کرے گی۔ نیک طبیعت آدمیوں
پر جانیں قربان ہوں۔

روئے جاناں طلبی آئینہ را قابل ساز
ورنہ ہرگز گل و نسرین ندمد آہن و روئے

اگر محبوب کے رخ کا طالب ہے تو آئینہ کو جلوے کے قابل بنا۔ ورنہ یاد رکھ کہ گل و نسرین لوہے اور کانسی سے ہرگز نہیں اُگتے۔

صنعت مکن کہ ہر کہ محبت نہ راست باخت
عشقش بروئے دل درِ محنت فراز کرد

بناوٹی عشق نہ کر اس لئے کہ جس نے سچی محبت نہ کی عشق نے مصیبت کا دروازہ اُس پر کھول دیا۔

خدا زاں خرقہ بیزار است صد بار
کہ صد بُت باشدش در آستینے

خدا اُس گدڑی سے بے حد بیزار ہے کہ جس کی آستین میں سو بُت ہوں۔

گوہرِ پاک بباید کہ شود قابلِ فیض
ورنہ ہر سنگ و گلے لُولُو و مرجاں نشود

پاک گوہر ہو تا کہ فیض کے قابل ہو۔ ورنہ ہر پتھر و مٹی موتی اور مونگا نہیں بنتا۔

آزار

مباش در پئے آزار و ہر چہ خواہی کن
کہ در شریعتِ ما غیر ازیں گناہے نیست

کسی کو آزار پہنچانے کے درپئے مت ہو اور تو جو چاہے کر۔ کیونکہ ہمارے مذہب
میں اِس کے سوا اور کوئی گناہ نہیں ہے۔

فرضِ ایزد بگذاریم و بکس بد نکنیم
وانچہ گویند روا نیست بگوئیم رواست

ہم خداوند کریم کا فرض ترک کریں لیکن کسی کے ساتھ بُرائی نہ کریں۔ اور کوئی کہے
کہ یہ جائز نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ جائز ہے۔

بے پارہ نمی کنم از ہیچ استخواں
تا صد ہزار زخم بدنداں نمی رسد

میں کسی ہڈی سے گوشت نہیں چھڑاتا ہوں تاکہ سو ہزار زخم میرے دانتوں کو نہ پہنچیں

ضبطِ نفس

ہر کہ آئینہ صافی نشد از زنگِ ہوا
دیدہ اش قابلِ رُخسارۂ حکمت نبود

جس کا آئینہ خواہشات نفسانی کے زنگ سے صاف نہ ہوا۔ اُس کی آنکھ حکمت کے رخسارہ کے قابل نہیں ہوتی۔

اگر از وسوسۂ نفس وہوا دور شوی
بیشکے رہ ببرے در حرمِ دیدارش

اگر تو نفس اور خواہشاتِ نفسانی کے وسوسے دور ہو جائے۔ بیشک تو اس کے دیدار کے حرم میں راستہ پا جائے۔

در مقاماتِ طریقت ہر کجا کردیم سیر
عافیت را با نظر بازی فراق اُفتادہ بُود

طریقت کے مقام میں جہاں کہیں ہم نے سیر کی یہی تجربہ کیا کہ عافیت کو نظر بازی کے ساتھ جدائی تھی۔

مرغ زیرک نشود در چمنش نغمہ سرا
ہر بہارے کہ ز دنبال خزانے دارد

عقلمند مرغ اُس چمن میں نغمہ سرا نہیں ہوتا کہ جس بہار کے پیچھے خزاں لگی ہوئی ہے۔

سالہا پیروی مذہب رنداں کردم
تا بفتوائے خرد حرص بزنداں کردم

برسوں میں نے رندوں کے مذہب کی پیروی کی ہے جب کہیں عقل کے فتوے سے حرص کو قید کیا ہے

مرا گر تو بگذاری اے نفس طامع
بسے بادشاہی کنم در گدائی

اے طامع نفس اگر تو مجھ کو بخش دے تو میں گدائی میں بادشاہی کروں۔

تو کز سرای طبیعت نمیروی بیرون
کجا بکوئے حقیقت گذر توانی کرد

توجبکہ اپنی طبیعت (نفسانی) کے گھر سے باہر نہیں جاتا ہے تو حقیقت کے کوچہ میں کہاں تیرا گذر ہو سکتا ہے۔

طبیعت خُوش رکھو

بادِلِ خوں شدہ چُوں نافہ خوشش باید بود
ہر کہ مشہورِ جہاں گشت بمشکیں نفسے

خوں شدہ دل کے ساتھ نافہ کی مانند اُس شخص کو خوش رہنا چاہیئے جو کہ جہاں میں نفس بخش مشہور ہوا ہے۔

وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم
کہ در طریقتِ ما کافری ست رنجیدن

ہم وفا کرتے ہیں۔ ملامت برداشت کرتے ہیں اور خوش رہتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے مذہب میں رنجیدہ ہونا کفر ہے۔

حافظا چوں غم و شادی جہاں درگذر ست
بہتر آنست کہ من خاطرِ خود خوش دارم

اے حافظ جبکہ دنیا کی رنج و خوشی گذر جانے والا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ میں اپنی طبیعت خوش رکھوں۔

ہنگامِ تنگدستی در عیش کوش و مستی

ایں کیمیائے ہستی قاروں کند گدارا

تنگدستی کے ایام میں عیش و مستی میں کوشش کر کیونکہ یہ مستی کی کیمیا ہو جو گدا کو قاروں بناتی ہو

حافظ تو تا بکے غمِ مالِ جہاں خوری

بسیار غم مخور کہ جہاں نیست پایدار

اے حافظ تو کب تک اس دنیا کا غم کھائیگا۔ بہت رنج مت کر کیونکہ یہ دُنیا فانی ہو۔

ہر کہ آمد بجہاں[1] نقش خرابی دارد

در خرابات مپرسید کہ ہُشیار کجاست

جو اس دنیا میں آیا نقش خرابی کا رکھتا ہے۔ خرابات میں نہ پوچھ کہ ہشیار کہاں ہو۔

دورِ گردوں گر دو روزے بر مراد ما نگشت

دایما یکساں نماند کارِ دوراں غم مخور

اگر آسمان کی گردش دو دن ہماری مراد کے موافق نہیں ہو تو غم مت کھا۔ کیونکہ دنیا کا کاروبار ہمیشہ یکساں نہیں رہتا

نوٹ:۔ [1] مطلب یہ ہو کہ دنیا میں ہر ایک شخص کسی نہ کسی مُصیبت میں مبتلا ہے کسی دوسرے کی بظاہر خوش حالی سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ فلاں شخص خوش حال ہے۔

خواب و خور

خواب و خورت از مرتبہ عشق دور کرد
آں دم رسی بدوست کہ بے خواب و خور شوی

سونے اور کھانے نے تجھ کو عشق کے رتبے سے دور کیا ہے۔ جس وقت تو بے خواب و خور ہو جائیگا دوست کے پاس پہنچ جائے گا۔

خورشید مے ز مشرقِ ساغر طلوع کرد
گر برگِ عیش می طلبی ترک خواب کن

مے کا آفتاب ساغر کے مشرق سے طلوع ہوا۔ اگر تو عیش کے سامان کا طالب ہے تو سونا چھوڑ دے۔

دِلا در مُلک شب خیزی گر از اندوہ نہ گریزی
دمِ صبحت بشارتہا بیارو زاں نگار آخر

اے دل اگر تو شب خیزی کے ملک میں غم سے نہ بھاگے گا تو صبح تیرے پاس ضرور خوش خبریاں لائیگا۔

مرو بخواب کہ حافظ ببارگاہ قبول
ز وردِ نیم شب و درس صبح گاہ رسید
نہ سوائیے کہ حافظ قبول کی بارگاہ میں آدھی رات کے ورد اور صبح کے وظیفہ سے پہنچا

در مذہبِ طریقت خامی نشانِ کفر ست
آرے طریق رنداں چالاکی ست و چستی
طریقت کے مذہب میں خامی کفر کا نشان ہے۔ ہاں رندوں کا طریقہ چستی چالاکی ہے۔

عشرتِ شب گیر کن می نوش کاندر راہِ عشق
شب رواں را آشنائی ہاست با میرِ عسس
رات پر فاتح ہونے کی خوشی کر اور مے پی کہ عشق کے راستہ میں رات کے چلنے والوں کو
کوتوال کی دوستی حاصل ہو۔

مانعش غلغلِ چنگ ست و شکر خوابِ صبوح
ورنہ گر بشنود آہِ سحرم باز آید
صبح کی میٹھی نیند اور چنگ کا شور و غل اُس کی آمد کے مانع ہے ورنہ اگر صبح
میری آہ و زاری اس نے سنی تو ضرور واپس آئے

رِزق

بر درِ شاہم گدائی نکتہ درکار کرد
گُفت بر ہر خواں کہ بنشستم خدا رزّاق بود

بادشاہ کے دروازہ پر ایک فقیر نے یہ نکتہ مجھ سے کہا کہ میں جب دسترخوان پر بھی بیٹھا خدا ہی کو رزاق دیکھا۔

پسِ زانو منشیں و غمِ بیہودہ مخور
کہ زغمِ خوردنِ تو رزق نگردد کم و بیش

زانو کے پیچھے مت بیٹھ اور بیہودہ غم مت کھا۔ کیونکہ تیرے غم کھانے سے رزق کم و بیش نہ ہو گا۔

چُونکہ ایں کوششِ بیفایدہ سودے ندہد
پس میازار دل خود زغم اے دُوراندیش

چونکہ یہ بے فائدہ کوشش سود مند نہیں ہوتی۔ اِس لئے اے دوراندیش اپنے دل کو غم سے آزار نہ پہنچا۔

جام مے و خونِ دل ہر یک بکسے دادند
در دائرہ قسمت اوضاع چنیں باشد

کسی کو جام و مے اور کسی کو خونِ دل عطا کیا ہے۔ قسمت کے دائرہ میں تقسیم کا یہی وضع و طریقہ اختیار کیا ہے۔

بعجب علم نتواں شد ز اسبابِ طرب محروم
بیا زاہد کہ جاہل را زیادہ می رسد روزی

علم کے غرور پر عیش و نشاط کے اسباب سے محروم نہیں ہو سکتے۔ اے زاہد آ اور دیکھ کر کہ جاہل کو روزی زیادہ ملتی ہے۔

بشنو ایں نکتہ کہ خود را ز غم آزادہ کنی
خوں خوری گر طلب روزی ننہادہ کنی

یہ نکتہ سُن تاکہ تو خود کو غم سے آزاد کرے۔ اگر تو نہ رکھی ہوئی روزی کو طلب کریگا تو رنج اٹھائیگا۔

بر درِ ارباب بے مروّت دنیا
چند نشینی کہ خواجہ کے بدر آید

دنیا کے بے مروّت لوگوں کے دروازہ پر تو کب تک انتظار میں بیٹھیگا کہ خواجہ کب باہر آئے۔

ناپائدار دُنیا

جہان و کارِ جہاں جملہ ہیچ در ہیچ است
ہزار بار من ایں نکتہ کردہ ام تحقیق

جہان اور جہان کے سب کام سراسر ہیچ ہیں ہزار بار میں نے اس حقیقت کو
تحقیق کیا ہے۔

بچشمِ عقل ببیں در جہانِ پُر آشوب
جہان و کارِ جہاں بے ثبات بے محل ست

پُر آشوب جہاں کو عقل کی آنکھ سے دیکھ۔ دُنیا اور دنیا کے تمام کام بے ثبات
اور بے محل ہیں۔

گوش کن پند اے پسر از بہرِ دُنیا غم مخور
گفتمت چوں دُر حدیثے گر توانی دار گوش

اے لڑکے میری نصیحت کو سُن۔ دُنیا کے لیے غم مت کھا۔ موتی کی مانند یہ نصیحت
میں نے تجھ کو کی ہے۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو اس کو یاد رکھ۔

حافظ تو تا بکے غمِ مالِ جہاں خوری
بسیار غم مخور کہ جہاں نیست پایدار

اے حافظ تو کب تک جہاں کے مال کا غم کھاتا رہیگا۔ بہت غم مت کھا اس لیے کہ جہاں ناپایدار ہے۔

فی الجملہ اعتماد مکن بر ثباتِ دہر
کایں کارخانہ ایست کہ تغیر می کنند

دنیا کی پایداری پر مطلق بھروسہ مت کر۔ یہ وہ کارخانہ ہے کہ جس کو برابر تبدیل کرتے ہیں

حافظا ترک جہاں گفتن طریق خوشدلیست
تا نہ پنداری کہ احوالِ جہانداراں خوشست

اے حافظ جہاں کا ترک کرنا اچھی بات ہے۔ یہ نہ سمجھ کہ جہانداروں کا حال اچھا ہے۔

جمشید جز حکایت جام از جہاں نبرد
زنہار دل مبند بر اسبابِ دنیوی

جمشید جام کی حکایت کے سوا جہاں سے کچھ نہ لے گیا۔ ہوشیار! دنیا کے مال و اسباب پر دل نہ لگا

کمینی دنیا

نزاع بر سرِ دُنیائے دُوں کسے نکند
بہ آشتی بسر اے نور دیدہ گوئے فلاح

اس کمینی دنیا کے لئے کوئی نیک آدمی جھگڑا نہیں کرتا ہے۔ اے نور دیدہ صلح و امن کے ساتھ بہبودی کی گیند لے جا۔

نہ عمرِ خضر بماند نہ ملک اسکندر
نزاع بر سرِ دنیائے دوں مکن درویش

نہ خضر ہی باقی رہیں گے اور نہ سکندر کی بادشاہی رہی اے درویش کمینی دنیا کے لئے جھگڑا مت کر۔

سفلہ طبع ست جہاں بر کرمش تکیہ مکن
اے جہاں دیدہ ثبات قدم از دیدہ مجو

جہاں سفلہ طبع ہے، اُس کے کرم پر بھروسہ نہ کر۔ اے جہاں دیدہ آزمائے ہوئے سے ثابت قدمی مت ڈھونڈھ۔

کہ شنیدی کہ دریں بزم دمے خوش بنشست

کہ نہ در آخرِ صحبت بہ ندامت برخاست

تو نے کسی کے بارے میں سُنا کہ اِس محفل میں ایک دم خوش بیٹھا کہ بالآخر صحبت میں ندامت کے ساتھ نہیں اُٹھا۔

تا کے غمِ دُنیائے دنی اے دلِ ناداں

حیف ست زِ خوبی کہ شود عاشق زشتی

اے دلِ ناداں کب تک تو اِس کمینی دنیا کا غم کھائیگا۔ افسوس ہے کہ تو خوبصورتی سے بدصورتی پر عاشق ہوئے۔

چو حافظ در قناعت کوش و از دُنیائے دوں بگذر

کہ یک جو منتِ دوناں بصد من زر نمی ارزد

حافظ کی مانند قناعت میں کوشش کر اور اِس کمینی دنیا سے الگ ہو۔ اس لئے کہ کمینوں کے احسان کا ایک جو سو من سونے کے عوض بھی اُٹھانا درست نہیں۔

سماطِ دہرِ دوں پرور ندارد شہدِ آسایش

مذاقِ حرص و آز اے دل بشوی از تلخ و از شورش

کمینہ پرور دُنیا کے دسترخوان پر آسایش کا شہد نہیں ہے۔ اے دل تو حرص و لالچ کے مذاق کو اُس کی تلخی اور شور سے دھو ڈال۔

عجز

رقیب درگذر و بیش ازیں مکن نخوت
کہ ساکنان در دوست خاکسارانند

اے رقیب دور ہو اور اس سے زیادہ غرور نہ کر۔ اس لئے کہ دوست کے دروازے کے بیٹھنے والے خاکسار ہیں۔

در محفلے کہ خورشید اندر شمار ذرہ است
خود را بزرگ دیدن شرط ادب نباشد

ایک ایسی محفل میں جہاں کہ آفتاب ذرہ کے شمار میں ہو خود کو بزرگ سمجھنا ادب کی شرط نہ ہوگی۔

تا فضل و علم بینی بے معرفت نشینی
یک نکتہ ات بگویم خود را مبیں کہ رستی

جب تک کہ تو اپنے علم اور فضل کو دیکھیگا بے معرفت بیٹھیگا۔ ایک نکتہ میں تجھ سے کہتا ہوں کہ خود کو نہ دیکھ تا کہ تو نجات پاوے۔

در آستانِ جاناں از آسماں بیندیش
کز اوجِ سربلندی افتی بخاکِ پستی

محبوب کے آستانہ پر بلند مرتبی کا خیال ترک کر ایسا نہ ہو کہ تو سربلندی کے اوج سے پستی کی خاک پر گرے۔

زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ
رند از رہِ نیاز بدارالسلام رفت

زاہد غرور رکھتا تھا راہ سلامت نہ لے گیا۔ رند نیاز کی راہ میں دارالسلام پہنچ گیا

بچشمِ خلق عزیز آنگہے شوی حافظ
کہ بر درش بنہی روی مسکنت بر خاک

حافظ تو اُس وقت خلق کی آنکھ میں عزیز ہوگا کہ اُس کے دروازے کی خاک پر عاجزی و انکساری کا منہ رکھیگا۔

حافظ اُفتادگی از دست مدہ زانکہ حسود
عرض و مال و دل و دین در سر مغروری کرد

حافظ عاجزی کو ہاتھ سے نہ دے کیونکہ حاسد نے اپنے مقصد مال و دل و دین کو غرور سے برباد کیا۔

قناعت

بپادشاہی عالم فرو نیارد سر
اگر ز سرِّ قناعت خبر شود درویش

دُنیا کی بادشاہت پر راضی نہ ہوئے اگر درویش کو قناعت کے راز کا علم ہو جائے۔

چو حافظ در قناعت کوش و از دُنیائے دوں بگذر
کہ یک جو منتِ دُوناں بصد من زر نمی ارزد

حافظ کی مانند قناعت میں کوشش کر اور کمینی دُنیا کو ترک کر۔ کیونکہ کمینوں کے احسان کا ایک جو سو من سونے کے عوض بھی مناسب نہیں۔

مکن رنج بیہودہ خُرسند باش
قناعت کن ار نیست اطلس چو برد

فضول رنج مت کر خوش رہ، صابر بن ریشم و کمخواب اگر نہیں ہے تو پرواہ نہ کر۔

مُلکِ آزادگی و کُنجِ قناعت گنجی ست
کہ بشمشیر میسر نشود سلطاں را

آزادگی کا ملک اور قناعت کا گوشہ وہ خزانہ ہے جو کہ بادشاہ کو تلوار سے حاصل نہیں ہوتا۔

اخلاق

بحُسن خلق تواں کرد صید اہلِ نظر
بہ بند و دام نگیرند مُرغ دانا را

اخلاق کی خوبی سے اہل نظر کا شکار کر سکتے ہیں۔ عقلمند مرغ کو جال اور پھندے میں نہیں پکڑتے۔

حُسن مہ رویانِ مجلس گرچہ دل می برد و دیں
عشقِ ما بر لُطفِ طبع و خوبیٔ اخلاق بود

اگرچہ مجلس کے ماہرویوں کا حُسن دل و دین لیجاتا ہے لیکن ہمارا عشق لطافت طبع اور اخلاق کی عمدگی پر تھا۔

درختِ دوستی بنشاں کہ کامِ دل بار آرد
نہالِ دشمنی برکن کہ رنجِ بیشمار آرد

دوستی کا درخت لگا کہ دل کا مقصد پورا کرتا ہے۔ دشمنی کا درخت اکھاڑ کیونکہ وہ بیشمار رنج لاتا ہے۔

دایم گُل ایں بستان شاداب نمی ماند
دریاب ضعیفاں را در وقتِ توانائی

اِس باغ کا پھول ہمیشہ سرسبز نہیں رہتا۔ توانائی کے وقت کمزوروں کی مدد کر۔

خواہی کہ سخت و سُست جہاں بر تو نگذرد
بگذر زِ عہدِ سُست و سخن ہائے سخت خویش

اگر تو چاہتا ہے کہ جہاں کے سخت و سست سے بچا رہے تو اپنی سخت کلامی اور عہد شکنی سے پرہیز کر۔

بریں رواق زبرجد نوشتہ اند بزر
کہ جُز نکوئی اہلِ کرم نخواہد ماند

اِس زبرجد پر سونے سے لکھا ہے کہ اہل کرم کی نیکی کے سوا اور کچھ نہ رہیگا۔

روندگان طریقت بہ نیم جو نخرند
قبائے اطلس آنکس کہ از ہنر عاریست

طریقت کے چلنے والے آدھے جو کے عوض بھی اُس شخص کے اطلس کی قبا کو نہیں خریدتے جو ہنر سے خالی ہے۔

چناں بزی کہ خاک رہ شوی کس را
غبار خاطرے اندر رہگذر با نرسد

اس طرح زندگی بسر کر کہ اگر تو راستے کی خاک بھی ہو تو بھی کسی کو رنج نہ پہنچے۔

از سخن چیناں ملالتہا پدید آید ولے
چوں میان ہمنشیناں ماجرائے رفت رفت

لُتروں اور چغلخوروں سے رنج و ملال ظاہر ہوتے ہیں لیکن دوستوں کے درمیان اگر کوئی بات پیش آ بھی جائے تو فوراً ہی درگذر ہو جاتی ہے۔

چناں زندگانی کن اندر جہاں
کہ چوں مردہ باشی نگویند مرد

اس طرح جہاں میں زندگی بسر کر کہ جب تو مرے تو دنیا نہ کہے کہ مر گیا

بے تعلّقی

گر موج خیزِ حادثہ سر بر فلک زند

عارف باب ترنکند رختِ بخت خویش

اگر حادثوں کا طوفان آسمان تک بھی پہنچ جائے تو بھی عارف اُن سے ملوث نہیں ہوتا۔

زیر بارند درختّاں کہ تعلق دارند

اے خوشا سروِ کہ از بندِ غم آزاد آمد

درخت پھلوں کے بار سے اس لیے جھکے ہوئے ہیں کہ وہ تعلق میں گرفتار ہیں لیکن سرو خوش گذران اس غم کی قید سے آزاد ہے۔

غلامِ ہمّتِ آنم کہ زیرِ چرخِ کبُود

ز ہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است

میں اُس کی ہمت کا غلام ہوں کہ جو اس نیلے آسمان کے نیچے اُس ہر ایک شے سے جو تعلق کا رنگ اختیار کر سکتی ہے آزاد ہے۔

غُلامِ ہمّتِ آں نازنیم
کہ کارِ خیرِ بے رُوئے و ریا کرد

میں اُس نازک خیال کی ہمت کا غلام ہوں جس نے کہ کارِ خیر بے رُوئے و ریا کے سرانجام دیا۔

از زبانِ سوسن آزاد ام آمد بگوش
کاندریں دیرِ کہن سُبکسارَاں خوشست

سوسن کی زبان سے یہ آواز میرے کان میں آئی کہ اس پُرانے بُت خانہ میں سُبکسار کا کام اچھا ہے۔

غلامِ ہمّتِ رندانِ بے سر و پا یم
کہ ہر دو کون نیرزد بہ پیش شان یک کاہ

میں اُن بے سروپا رندوں کی ہمت کا غلام ہوں جن کے روبرو دونوں جہان ایک گھاس کے تنکے کی برابر حیثیت نہیں رکھتے۔

در شاہراہِ جاہ و بزرگی خطر بسیست
آں بہ کزیں گریوہ سبکسار بگذری

مرتبہ و بزرگی کی شاہراہ میں بہت سے خطرے ہیں بہتر ہے کہ اس ٹیلہ سے تو بے تعلقی کے ساتھ گذر جائے

معاشرِ ناجنس

نخست موعظۂ پیرِ مے فروش اینست
کہ از معاشرِ ناجنس احتراز کنید
مرشد کی پہلی نصیحت یہ ہے کہ ناجنس لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرو۔

بیاموزمت کیمیائے سعادت
ز ہم صحبتِ بد جدائی جدائی
میں تجھ کو سعادت کی کیمیا سکھلاتا ہوں۔ بد کی صحبت سے الگ رہ الگ رہ

بس تجربہ کردیم دریں دیرِ مکافات
با دُرد کشاں ہر کہ در افتاد بر افتاد
ہم نے اس دنیا میں بہت دیکھا ہے کہ جس نے تلچھٹ پینے والوں (فقراء) سے عداوت کی تباہ ہوگیا۔

رہبر کی ضرورت

زاہد از راہ بر ندی نبرد معذورست

عشق کاریست کہ موقوف ہدایت باشد

زاہد اگر رندی کی راہ سے بے بہرہ ہے معذور ہے اس لئے کہ عشق ایسا کام ہے کہ جو ہدایت پر موقوف ہے

بکوئے عشق منہ بے دلیل راہ قدم

کہ من بخویش نمودم صد اہتمام و نشد

عشق کے کوچہ میں بغیر رہنما کے قدم نہ رکھ۔ اس لئے کہ میں نے خود سنو اہتمام کئے اور ایک بھی سود مند نہ ہوا۔

بکوئے عشق منہ بے دلیل راہ قدم

کہ گم شد آنکہ دریں رہ برہبری نرسید

عشق کے کوچہ میں بغیر رہنما کے قدم نہ رکھ۔ اس لئے کہ وہ گم ہو گیا جو کہ اس راستہ میں رہبر کے ساتھ نہ پہنچا۔